اس کتاب میں شامل مقالات چونکہ مختلف اوقات میں لکھے گئے ہیں اس لیے ان میں بعض اقتباسات، واقعات اور جملوں کی تکرار ملتی ہے۔ مثلاً چند مآخذ کا تذکرہ ص: ۲۶-۳۰ پر بھی ہے اور ص: ۷۰-۱۰۷ پر بھی تین ہزار برہمنوں کی خودکشی کے واقعہ کا تجزیہ ص: ۱۳-۱۴ پر بھی کیا گیا ہے اور ص: ۷۸-۷۹ پر بھی۔ گڈوانی کی کتاب Sword of Tipu Sultan کا جہاں جہاں ذکر ہے، ہر جگہ یہ بھی بیان کرنا ضروری سمجھا گیا ہے کہ اس کی بنیاد پر سنجے خاں نے سیریل بنایا ہے۔ مذہبی رواداری پر پورا ایک مقالہ ہے۔ مگر دوسرے مقالے (ص ۱۸۱-۱۸۵) میں بھی اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتابی صورت میں ان مقالات کو شائع کرتے وقت بدقت نظرثانی کی جاتی تو تکرار سے بچا جا سکتا تھا۔ ٹیپو کے وارثین کے تذکرہ میں سنین کہیں ہجری میں دئے گئے ہیں تو کہیں عیسوی میں۔ مندروں کو سلطانی عطیات کی جو تفصیل ص: ۳۳-۳۶ پر دی گئی ہے اسی کو ضمیمہ ۱ کی شکل میں انگریزی میں دہرایا گیا ہے۔

امید ہے اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن فاضل مصنف کی نظرثانی کے بعد زیادہ بہتر صورت میں شائع ہوگا۔ موجودہ صورت میں بھی یہ کتاب دستاویزی اہمیت کی حامل ہے۔ (محمد رضی الاسلام ندوی)

مکاتیب فراہی

ترتیب: ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی۔ ڈاکٹر حمداللہ فراہی

ناشر: دائرۂ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح۔ سرائے میر اعظم گڑھ۔ صفحات: ۱۰۳۔ قیمت ۲۵ روپے

زیر نظر کتاب مولانا حمید الدین فراہی (۱۸۶۳-۱۹۳۰ء) کے مکاتیب پر مشتمل ہے۔ مولانا کی عمر عزیز کا بڑا حصہ قرآن کریم میں غور و تدبر میں گزرا۔ انھوں نے اپنے افکارِ عالیہ اور نتائجِ تحقیق سے دروس کے ذریعہ بھی مستفید فرمایا۔ وقیع کتب و رسائل کے ذریعہ بھی اور مکاتیب کے ذریعہ بھی۔ علامہ شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء) اپنی عظمت کے باوجود علمی مسائل اور خاص کر قرآنی مباحث میں ان کی رائے دریافت کیا کرتے تھے۔ مولانا فراہی کی تحریریں نوادرات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مرتبین شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ان مکاتیب کو شائع کرکے اہل ذوق کی تسکین کا سامان فراہم کیا۔ ان مکاتیب کی اہمیت اس پہلو سے بھی ہے کہ یہ سب (۳ کو چھوڑ کر) اردو زبان میں ہیں۔ مولانا نے اردو میں بہت کم لکھا ہے۔ ان مکاتیب کے

ذریعے ان کے اردو اسلوب اور انداز تحریر کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

اس مجموعہ میں دو قسم کے مکاتیب ہیں۔ اول ذاتی اور خانگی مسائل سے متعلق، دوم علمی مکاتیب۔ اول الذکر کی تعداد پچپن ہے جب کہ موخر الذکر صرف پانچ ہیں۔ یہ بات یقینی ہے کہ مولانا نے اپنی تعلیمی و تدریسی زندگی میں علمی نوعیت کے بہت سے خطوط لکھے ہیں۔ مکاتیب شبلی میں مولانا فراہی کے نام خطوط کی تعداد ۷۷ ہے۔ اُمید نہیں کی جا سکتی کہ مولانا نے ان کا جواب نہ دیا ہو۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مرتبین مولانا کے علمی مکاتیب اکٹھا کرنے میں پوری طرح کامیاب نہیں رہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ خانگی مسائل سے متعلق مولانا کے ان مکاتیب کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ان سے مولانا کی زندگی کے ایک اہم پہلو پر روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً وہ اپنے والد محترم کا کتنا ادب و احترام کرتے اور ان کا کتنا خیال رکھتے تھے؛ چھوٹے بھائی کے ساتھ کتنی محبت و شفقت فرماتے تھے؛ دیگر متعلقین کے ساتھ ان کا برتاؤ کیسا تھا؛ ان کی زندگی کتنی منضبط تھی؛ خطوط سے کسی بھی شخصیت کی بہترین ترجمانی ہوتی ہے۔ ان میں اس کے اندرونی احساسات کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔ اس اعتبار سے ان مکاتیب کی اہمیت مسلّم ہے۔

ان مکاتیب میں مولانا کے بعض جملے آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ مثلاً اپنے والد کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں "دنیا کے خارزار جنگل سے الگ کوئی پگڈنڈی عقبیٰ کو نہیں جاتی۔ اسی جنگل میں مسافتِ عمر طے کرنی ہے"۔ (ص۱۲) ایک دوسرے خط میں اپنے احساسات کا یوں اظہار کرتے ہیں: "دنیا میں جس چیز پر نظر ڈالتا ہوں سب کا انجام ہیچ نظر آتا ہے۔ روح کی نجات کی خواہش دل کو کھینچتی ہے" (ص۳۲) بڑے بیٹے کو ایک خط میں لکھتے ہیں: "جس قدر تم کو مجھ سے ملنے کا شوق ہے اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ مجھ کو تم سے ملنے کا شوق ہے اور یہی حال خدا کا ہے۔ جو بندہ خدا سے ملنے کا شوق رکھتا ہے اس سے زیادہ خدا اس سے ملنے کا شوق رکھتا ہے۔ نماز میں خدا بندے سے چھپ کر ملتا ہے۔۔۔۔ اب تم کو چاہیے کہ اپنا بدن اور کپڑا صاف رکھو اور نماز پڑھو" (ص۱۶) قابل ذکر ہے کہ یہ خط مولانا نے اس وقت لکھا تھا جب ان کے صاحب زادے کی عمر سات سال تھی۔

ایک جگہ حاشیہ میں مرتب نے علامہ شبلی کے منجھلے بھائی کی وفات کو "بے وقت موت" لکھا ہے۔ دینی نقطۂ نظر سے ایسی تعبیر سے احتراز اولیٰ ہے۔ (محمد رضی الاسلام ندوی)